ندا حسنین

"میں تمہیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل چھوڑوں گا، جس خاندانی وقار پہ تمہیں اتنا غرور ہے۔ تمہارا وہ غرور میں آج خاک میں ملا دوں گا۔"

وہ سوٹڈ بوٹڈ' انتہائی مہذب انسان کے روپ میں درندے کا روپ دھارے اس نازک اندام لڑکی کو گردن سے دبوچے غرایا تھا۔ وہ لڑکی اس کی مضبوط گرفت کے آگے چاہ کر بھی مزاحمت نہیں کرپائی تھی۔

"صرف ایک شرط پہ تمہاری جان بچ سکتی ہے۔" وہ اس لڑکی کے کان میں سرگوشی کے سے انداز میں بولا۔ اس پل اس کے چہرے پہ شیطانیت محو رقصاں تھیں۔

"تم چوں چرا کیے بغیر میری ہر بات مانتی جاؤ۔ کسی سے کچھ بھی کہے بغیر وہ سب کرتی جاؤ جس کا میں تمہیں حکم دوں۔" وہ بڑے عامیانہ انداز سے اس کے معصوم چہرے سے سیاہ زلفیں ہٹاتے ہوئے ذو معنی انداز میں بول رہا تھا۔

اس معصوم حسینہ نے انتہائی ناگواری سے ایک جھٹکے کے ساتھ اس کے ہاتھ کو جھٹکا۔ غالباً" اس شیطان کی گرفت اس پل اس پر سے کچھ ڈھیلی ہوئی تھی' تب ہی اس ڈھیلی گرفت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ لڑکی اس کے شیطانی شکنجے سے نکل کر وہاں سے بھاگ گئی۔ لڑکی کے یوں بھاگ جانے پر وہ زوردار انداز میں قہقہے لگانے لگا۔ اس کے قہقہوں میں فاتحانہ رنگ جھلکتا تھا۔ مقابل کو زیر کردینے کی ایک کمینی سی خوشی۔

"کٹ! بہت شاندار' بہت اعلا!" اچانک خاموشی کی فضا کو چیرتی ایک دھاڑ فضا میں بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی داد و تحسین کی صدائیں بلند ہوگئیں۔ وہ شیطان صفت مرد "ارمغان نیازی" اور مظلوم لڑکی "شنزہ طارق" اپنے اپنے کرداروں کا چولا اتار کر اب مسکراتے ہوئے ڈائریکٹر سے توصیفی کلمات سن رہے تھے۔

میں اس وقت ایک بے انتہا' مشہور ڈرامہ سیریل کی ہیروئن شنزہ طارق سے انٹرویو کے سلسلے میں اس کے سیٹ پر موجود تھی۔ مجھے یوں تو یہ انٹرویو اپنے اسٹوڈیو میں کرنا تھا پر اپنی بے انتہا مصروفیت کے باعث شنزہ نے مجھے انٹرویو کے لیے یہاں مدعو کرلیا تھا۔ شنزہ طارق اب اپنا حلیہ تبدیل کیے ارمغان نیازی سے راز و نیاز کی گفتگو میں مصروف تھی۔ میرے چہرے پہ ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل کر سمٹ گئی۔ پوری ڈرامہ انڈسٹری جانتی تھی کہ شنزہ اور ارمغان کے بیچ تعلقات کی نوعیت کچھ اور ہے یہاں تک کہ ان دونوں کی کچھ ایسی تصاویر بھی کچھ عرصہ قبل نیٹ پہ پھیل چکی تھیں جس میں وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد نزدیک تھے۔ اور ارمغان نیازی کس شہرت کا مالک تھا۔ یہ تو سارا زمانہ ہی جانتا تھا۔

وہ انڈسٹری کا سب سے خوبرو اور کامیاب اداکار تھا۔ اس کی شخصیت انتہائی سحر انگیز تھی۔ اس سے متاثر ہوئے بغیر رہنا ناممکن سی بات تھی۔ پر ان سب باتوں کے باوجود میں اسے سخت ناپسند کرتی تھی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک فلرٹی' مغرور اور بددماغ انسان تھا۔ شنزہ سے پہلے بھی اس کے حمنہ یعقوب اور امینہ خان سے دھواں دھار معاشقے چلے تھے۔ جو بمشکل چند ماہ برقرار رہ پائے تھے۔ اس کے بعد ان دونوں اداکاراؤں کو ارمغان نیازی کے خلاف خوب شعلہ بیانی کرتا پایا گیا تھا۔ مگر دلچسپ بات یہ تھی کہ مخالف سمت سے ہزار الزامات لگنے کے باوجود بھی ارمغان نیازی نے اپنے لب نہ کھولے۔ وہ اس طرح کے بیانات کے جواب دینے سے دریغ کرتا تھا۔ سننے میں آیا تھا کہ شنزہ سے تعلقات کے بیچ میں بھی ارمغان کسی اور جانب بہکا تھا۔ مگر ایسی کسی بات کے شواہد نہ ملے تو یہ افواہیں دم توڑ گئیں۔ اور پھر اس بات کے جھوٹ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت بھی شنزہ اور ارمغان کا ہر موقع پہ ایک دوسرے کے ساتھ ہونا تھا۔

ارمغان کو الوداع کہہ کر اب وہ مسکراتی ہوئی میری ہی جانب بڑھ رہی تھی۔ میں بھی ان تمام سوچوں کو جھٹکتی ہوئی شنزہ کے استقبال کے لیے پروفیشنل مسکراہٹ چہرے پہ سجائے اپنی نشست سے اٹھ

کھڑی ہوئی۔ پیازی رنگ کی ٹاپ اور پرنٹڈ کیپری میں وہ کسی باربی ڈول کی مانند لگ رہی تھی۔

"شیزہ تم اتنی حسین ہو کہ تمہارے مدمقابل کسی بھی اداکارہ کا ٹھہرنا مشکل ہے۔" میں نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سراہا۔ میری ستائش پہ وہ ایک نقرئی ہنسی ہنس پڑی۔ ایک غرور پنہاں تھا اس کی ہنسی میں۔ میں نے دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے اپنے انٹرویو کا آغاز کیا۔ چند رسمی سوالوں کے بعد میں نے اس کی ذاتی زندگی کے حوالے سے کچھ سوال کرنے شروع کردیے۔ جن کے جواب وہ نہایت سمجھ داری سے دیتی رہی۔ میں نے کافی کوشش کی کہ اپنے سوالوں سے اس کے اور ارمغان نیازی کے تعلقات کے حوالے سے کچھ جان سکوں۔ مگر وہ بڑی مہارت سے میری تمام کوششوں پہ پانی پھیر گئی۔

☆ ☆ ☆
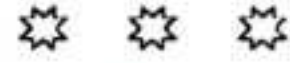
گھر میں قدم رکھتے ہی میرا استقبال کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو نے کیا۔ یقیناً" ماما جان نے آج میرا پسندیدہ بیف یخنی پلاؤ بنایا تھا۔ وہ اس وقت سلاد بنانے میں مگن تھیں جب میں نے ان کے گرد اپنی باہیں ڈال کر انہیں زور سے بھینچ لیا۔

"ارے میرا بچہ۔! جاؤ جا کر منہ ہاتھ دھو کر آؤ۔ میں کھانا بس میز پہ لگا رہی ہوں۔" وہ پیار سے میرا ماتھا چومتے ہوئے بولی تھیں۔ میں کچھ دیر ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرکے کچن سے اپنے روم میں آگئی۔ شہر کے پوش علاقے میں واقع یہ لگژری اپارٹمنٹ ہرگز میری کمائی کے باعث ہمارے زیر رہائش نہ تھا۔ بلکہ یہ میرے بابا جان کی زندگی بھر کی کمائی کا نچوڑ تھا۔ میرے بابا جان اعلا گریڈ کے ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر تھے۔ جب تک وہ حیات رہے' زندگی بے حد خوب صورت رنگوں سے سجی رہی۔ انہوں نے ہمیں ہر وہ خوشی دی جس کی دل میں ہم نے تمنا کی۔ میرا بڑا بھائی عدیم انجینئرنگ کی مزید اعلا تعلیم کے سلسلے میں آسٹریلیا میں مقیم میرے چچا کے پاس جانا چاہتا تھا۔ اور میں میڈیکل کی جگہ ماس کمیونیکیشن کی تعلیم کے حصول میں دلچسپی رکھتی تھی۔ پر ماما جان کو ہماری خواہشات سے سخت اختلافات تھے۔ تب بابا جان نے ماما جان کو کافی سمجھایا۔

"دیکھو زیب! ہمارے بچے اب بڑے ہوگئے ہیں۔ انہیں اپنی مرضی سے اپنی زندگی کا انتخاب کرنے دو۔ ہم انہیں صحیح اور غلط دونوں راستوں کی پہچان کرا چکے ہیں۔ اپنی سوچوں کی انگلی تھام کر اس دنیا میں اپنا راستہ بنانا بڑی ہمت کا کام ہے۔ انہیں اپنا راستہ خود بنانے دو۔ انہیں اڑنے دو' صلاحیتوں کو آزمانے دو' اپنی راہیں کھوج لینے دو۔" بابا جان کے یہ الفاظ آج بھی مجھے حرف بہ حرف یاد تھے۔

آج بھی جب میں کسی موقع پر دنیا کی شاطر بازیوں اور دھوکا بازیوں سے گھبرا کر ہمت ہارنے لگتی تو یہی الفاظ میری طاقت بنتے۔

میں نے آئینے میں اپنا بھیگا بھیگا سا چہرہ دیکھا اور ایک اداس سی مسکان نے میرے لبوں کا احاطہ کرلیا۔ بابا جان پاس نہ ہو کر بھی میرے ساتھ تھے۔ ان کے الفاظ ان کانٹوں بھری رہگزر میں اب تک میری رہنمائی کرتے تھے۔ میں نے ڈریسنگ ٹیبل سے بابا جان کی تصویر اٹھا کر دیکھی۔ وہ میری جانب دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ میری آنکھوں سے نکلتی ان کی یاد کی شبنم ٹپ ٹپ تصویر کے فریم میں گرنے لگی۔ جنہیں نرمی سے صاف کرتے ہوئے میں فریم واپس اس کی جگہ پہ رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

وہ گرمیوں کی ایک سنہری شام تھی۔ جب اچانک بابا جان کو سینے میں سخت تکلیف اٹھی۔ ہم انہیں فوراً" اسپتال کے لیے لے کر دوڑے۔ اس دن میں نے بھی اپنی زندگی کی سب سے رش ڈرائیونگ کی تھی۔ کئی بار ہمارا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوئے بچا تھا۔ مگر پھر بھی یہ سب کچھ بے سود رہا۔ بابا جان اس سے پہلے مگر جان لیوا ہارٹ اٹیک سے جانبر نہ ہوسکے۔ بابا جان کا یوں چلے جانا... بہت دن تک تو ہم اس صدمے سے باہر نہیں نکل پائے۔ ان کے جانے سے ہماری

زندگیوں میں پیدا ہونے والا خلا کبھی پر تو نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر زندگی۔ بچھڑنے والوں کی یاد میں ماتم کرتے تو نہیں گزر سکتی۔ کچھ لوگ بچھڑ جاتے ہیں مگر یاد بن کر ہمیشہ دل میں زندہ رہتے ہیں' بابا جان بھی ہمارے دلوں میں زندہ تھے۔ عدیم اپنی پڑھائی چھوڑ کر فوری طور پر مستقل طور پر پاکستان شفٹ نہیں ہو سکتا تھا۔ اور ایسے میں گھر کی ذمہ داری میرے کاندھوں پر آپڑی تھی۔ میں نے ماس کمیونیکشن میں گریجویشن کیا تھا۔ یوں ایک عزیز دوست کی مہربانی کی بدولت میڈیا سے منسلک ہو کر کام کرنے کا بھی موقع مل گیا۔ کیریئر کی شروعات میں بہت سی مشکلات دیکھیں۔ خوب صورت چہرے اور بدصورت رویے دیکھے۔ مگر وقت رفتہ رفتہ سب کچھ سکھا دیتا ہے۔ سو میں نے بھی گزرتے وقت کے ساتھ اس جادو نگری میں سازشوں سے مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اور اس وقت میں ایک جانے مانے مشہور چینل پہ "سیلبریٹی آن لائن" کے نام سے شو کر رہی تھی۔ جس میں شوبز کی شخصیات کے علاوہ کھیل کے میدان کے ہیروز بھی اکثر و بیشتر انٹرویو کے لیے مدعو کیے جاتے۔

ہر ماں کی طرح میری ماما جان بھی میرے حوالے سے متفکر رہتی تھیں۔ وہ اب چچا جان سے اکثر میری شادی کے حوالے سے ذکر کیا کرتیں۔ بابا جان نے اپنی زندگی میں ہی سب کی باہمی رضامندی سے چچا جان کے مجھلے بیٹے آذر سے مجھے منسوب کر دیا تھا۔ یہ عقدہ تو مجھ پر بعد میں کھلا کہ اس رشتے میں سب سے زیادہ آذر کی ہی مرضی شامل تھی۔ ماما جان کے اصرار پر چچا نے جلد ہی میری اور آذر کی شادی کا عندیہ دیا تھا۔

گرم بھاپ اڑاتی کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے میری نظریں تیزی سے لیپ ٹاپ کی اسکرین پہ دوڑ رہی تھیں۔ آج شنزہ طارق کے ساتھ میرا انٹرویو آن ایئر گیا تھا۔ اور شو کی ریٹنگ اس کی کامیابی کی نوید سنا رہی تھی۔ میں اس وقت بیٹھی وہی شو دیکھ رہی تھی کہ اچانک کسی خیال کے تحت میں موبائل اٹھا کر شنزہ کا نمبر ملانے لگی۔ کہ دفعتاً" لیپ ٹاپ پہ میل موصول ہوئی۔ کال ملاتے میرے ہاتھ تھم گئے۔ میں نے میل چیک کی۔ وہ عدیم کی میل تھی۔ اس نے کچھ تصاویر بھجیں تھیں۔ جنہیں ڈاؤن لوڈ پہ لگا کر میں ایک بار پھر شنزہ کو کال کرنے لگی۔ شنزہ پہلی ملاقات میں ہی مجھے بہت اچھی لگی تھی۔ وہ ایک دوستانہ فطرت کی مالک اچھی لڑکی تھی۔

"شنزہ تمہارے اتنے کامیاب انٹرویو کے بعد اگر ایک اور دم دار انٹرویو میرے کریڈٹ میں آجائے تو کیا ہی بات ہے۔" سلام دعا اور رسمی گفتگو کے بعد یوں ہی باتوں باتوں میں' میں نے اس سے ہنستے ہوئے کہا۔

"یہ بھی بھلا کوئی مسئلہ ہے کیا۔ تم ارمغان نیازی کو انوائٹ کرلو اپنے شو میں۔" اپنے طور سے شنزہ نے چٹکی بجاتے ہوئے یہ مسئلہ حل کیا۔

"ارمغان نیازی۔!" میں نے استہزائیہ انداز میں اس کا نام لیا۔ اور پھر ناگواری سے کہنے لگی۔

"شنزہ میں مانتی ہوں تمہارا وہ بہترین دوست ہے مگر میں اسے ذرا بھی پسند نہیں کرتی۔ اس سے سلام دعا بھی نہیں کرنا چاہتی اور تم کہہ رہی ہوں میں اس کا انٹرویو کروں۔"

"مگر تم اسے اتنا ناپسند کیوں کرتی ہو۔ آخر کیا' کیا ہے اس نے؟" وہ حیرانی سی استفسار کر رہی تھی۔ اور اس کے لہجے میں جھلکتی حیرت مجھے مزید کوفت میں مبتلا کر گئی۔

"کیوں ناپسند ہے۔؟ وہ پوری انڈسٹری کا سب سے بدنام اداکار ہے۔ اتنے تو افیئرز رہ چکے ہیں اس کے' اور اس کی حقیقت تو کتنی ہی اداکارائیں کھول کھول کر بیان کر چکی ہیں۔ اور خود مزاج" وہ کس قدر مغرور اور بددماغ انسان ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ اس نے لاسٹ ٹائم وردہ مقبول کے ساتھ کیا کیا تھا۔؟" میں تیز لہجے میں بول رہی تھی۔ مجھے پروا نہیں تھی کہ میری یہ حقیقت بیانی شنزہ کو بری لگی تو اس کا اثر ہماری نئی نئی دوستی پڑ سکتا ہے۔ میرے کچھ اصول تھے۔ جو بات مجھے ناپسند ہو میں اسے کسی صورت اچھا نہیں کہہ سکتی

تھی۔ مصلحتاً" بھی نہیں۔

"یہ بڑا المیہ ہے ہماری سوسائٹی کا۔ شوبز انڈسٹری کو بری جگہ بھی سمجھا جاتا اور یہاں سے وابستہ لوگوں سے زمانے بھر کی اچھائی کی بھی' توقع کی جاتی۔" وہ میری تقریر کے جواب میں استہزائیہ ہنسی ہنستے ہوئے بولی تو میں کچھ پل کو شرمندہ سی ہو گئی۔

"کیا تم جانتی ہو وردہ مقبول نے ارمغان کے ساتھ کیا' کیا تھا۔" میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"وہ اُس سے اُس کے افیئرز کے حوالے سے سوال کر رہی تھی اور بس۔ یہ سوال تو ہونے ہی تھے۔ وہ ایک سلیبرٹی ہے اور سلیبرٹی پبلک پراپرٹی ہوتا ہے۔ اس کے چاہنے والے اس کے حوالے سے اس کی زندگی کے حوالے سے بہت کچھ جاننا چاہتے ہیں۔ وردہ مقبول نے جو کچھ بھی پوچھا وہ اس کا کام تھا۔ پر شاید ارمغان نیازی سے شہرت کی بلندیوں پہ پہنچ کر شہرت سنبھالی نہیں جا رہی۔ تب ہی اس نے وہاں اتنا ہنگامہ کھڑا کیا۔" یہ ایک سال پہلے کی بات ہے جب وردہ کے پروگرام میں کچھ ذاتی سوالات کرنے پر ارمغان ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔ اس نے نہ صرف بدکلامی کی تھی بلکہ وردہ مقبول کو نازیبا الفاظ میں لائیو دھمکی بھی دی تھی۔

"حقیقت وہ نہیں جو تم بیان کر رہی ہو۔ بعض اوقات جو ہمیں دکھائی دے رہا ہو تا وہ فقط ایک فریب ہوتا ہے جبکہ حقیقت اس فریب سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔" شنزہ بہت ٹھہر ٹھہر کر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ مجھے اس لڑکی پہ اب غصہ آنے لگا۔ وہ خواہ مخواہ ایک فضول انسان کی حمایت کر رہی تھی۔

"شنزہ تم مان کیوں نہیں لیتیں کے ارمغان نیازی ایک دلفریب دھوکا ہے۔ سنو میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دے رہی ہوں اس شخص سے دور رہو۔ بہت سی لڑکیاں دیکھیں ہم نے جو اس کے نام کی مالا جپتی اس کے نزدیک ہوئیں اور پھر چند ہی دنوں میں اسے مختلف جگہوں پہ اسے گالیوں سے نوازتے ہوئے پائی گئیں۔

تم بہت اچھی لڑکی ہو شنزہ پلیز اس بہروپئے کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آؤ۔" میں پورے خلوص کے ساتھ اسے سمجھا رہی تھی۔ میں نے اب تک جتنا اس لڑکی کو جانا تھا۔ وہ مجھے دوسری تمام لڑکیوں سے بے حد مختلف اور اچھی لگی تھی۔

"تم بالکل غلط سمجھ رہی ہو الماس وہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔ بے شک تم اس کے حوالے سے کافی کچھ جانتی ہو۔ مگر کسی کے بارے میں جاننا' اور کسی کو بذات خود جاننا دو مختلف باتیں ہیں۔ اور میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ وہ اتنا برا انسان نہیں جتنا لوگ سمجھتے ہیں۔" وہ قطعیت سے بولی تھی۔ اور اس کی یہ بات سن کر میں اس سے پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"تمہارے اور ارمغان کے بیچ تعلقات کس نوعیت کے ہیں شنزہ۔؟" یہ سوال میں نے اس سے ایک دوست کی حیثیت سے پوچھا تھا۔ میں جانتی تھی کہ مجھے اس وقت یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے مگر پھر بھی پوچھ بیٹھی۔ اس کا جواب حسب توقع خاموش تھا۔

✲ ✲ ✲

رات شنزہ سے بات کرتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ اور اس سے بات ختم ہوتے ہی سو گئی تھی۔ صبح میری آنکھ عدیم کی کال آنے پر کھلی۔

"ہاں بھائی کہو۔ اتنی صبح آج کیسے یاد آگئی۔" میں جمائیں لیتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"الماس تم نے میل چیک کی۔ میں نے کل رات بھیجی تھی۔" میری بات کو گول کر کے وہ میل کے بابت دریافت کر رہا تھا۔

"ہاں دیکھی تھی۔ کچھ تصاویر تھیں وہ ڈاؤن لوڈ ہو رہی تھیں۔ تو پھر میں بزی ہو گئی۔ رکو میں دیکھتی ہوں ابھی۔" میں جلدی جلدی کہتے ہوئے لیپ ٹاپ آن کر کے میل چیک کرنے لگی۔ پہلی تصویر کھولتے ہی مجھے یوں لگا جیسے میرے دل کو کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔ اور پھر اگلی ہر تصویر میرے صبر کا امتحان بنتی جا رہی تھی۔

"بھائی... آذر...!" میں بمشکل اتنا کہہ پائی تھی۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر میری آنکھوں سے رخسار پر بہتے چلے جارہے تھے۔ عدیم نہ جانے مزید کیا کہہ رہا تھا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے یک دم اندھیرا سا چھانے لگا۔

میری آنکھیں بند تھیں۔ اور بند آنکھوں کے پیچھے ڈیلے بڑی تیزی سے حرکت کررہے تھے۔

"الماس بیٹا' تمہارا اور آذر کا رشتہ ہونا... میری اور تمہارے چچا کی اولین خواہش ہے۔ تمہارا کیا فیصلہ ہے اس بارے میں۔" بابا جان میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ اور میں دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سرہلا گئی۔ منظر بدلا تھا۔

میں انتہائی نفیس و خوبصورت سنہری اور میرون رنگ کے امتزاج کی گھیردار فراک میں ملبوس آذر کے ہمراہ ایک انتہائی خوب صورت مسہری پر بیٹھی تھی۔ اور وہ میرا ہاتھ تھامے مسکراتے ہوئے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔ اس نے سرگوشی میں بھی کچھ کہا تھا۔ مگر اردگرد سے آتی قہقہوں اور شورغل کی آوازوں کے باعث اس کی آواز دب گئی۔ اور میں سن نہیں پائی۔ منظر پھر بدلا تھا۔

ساحل سمندر پہ سورج غروب ہونے کا منظر تھا۔ اور میں حسین نظارے میں کھوئی ہوئی تھی۔ تب ہی آذر عقب سے نمودار ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں دو بھٹے تھے۔ جس میں سے ایک اس نے مجھے پکڑایا اور ایک خود کھانے لگا۔ ہم دونوں اب قدم سے قدم ملاتے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اس دوران اس نے مجھے کچھ کہا تھا۔ ہاں میں نے سن لیا تھا اس نے مجھے کیا کہا تھا۔ وہ مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کررہا تھا۔ منظر پھر بدلا تھا۔

میں مسکراتے ہوئے تصاویر کھول رہی تھی۔ اور پھر اچانک میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ تصویریں آذر کی کسی غیر عورت کے ساتھ تھیں۔ وہ ان کی شادی کی تصاویر تھیں اور وہ دونوں ایک دوسرے کے بے انتہا قریب تھے۔ مجھے کہیں دور سے عدیم کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ میرا نام پکار رہا تھا۔ اور پھر میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

میری آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی تھی۔ ماما جان میرے سامنے بیٹھیں تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ مجھے جاگتا دیکھ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھیں۔ اور ماتھا چوم کر دم کرنے لگیں۔ میں نے ان کی آنکھوں میں غور سے دیکھا تھا تو محسوس ہوا ان میں نمی تیر رہی تھی۔

"ہزار مشکلیں آئیں گی بیٹے مگر یوں ہار نہیں مان لیتے۔ جو تمہارے اختیار میں نہیں وہ معاملہ اللہ پہ چھوڑ دو۔ جو تمہارے اختیار میں ہے اس کے لیے جدوجہد جاری رکھو۔" ان کی بات پہ میں دھیرے سے مسکرا دی۔ ماما جان میرے بال پیار سے سہلانے لگیں۔ میں گزشتہ ایک ہفتے سے بستر پہ تھی۔ یہ میری اب تک کی زندگی کا سب سے بڑا دھچکا تھا۔ آذر نے بنا بتائے آسٹریلیا میں خفیہ شادی کررکھی تھی۔ اور جب چچا نے شادی کے لیے اس پر زور ڈالنا شروع کیا تو اس نے مجبوراً" اس شادی سے پردہ اٹھایا۔ آذر نے ایسا کیوں کیا؟ مجھے اس حوالے سے اس سے کوئی جواب نہیں چاہیے تھا۔ اس کا کوئی بھی جواب مجھے اس اذیت سے نکال نہیں سکتا جس میں مبتلا تھی۔ عدیم بھائی میرے لیے کافی فکر مند تھے اور جلد واپس پاکستان آنے کا عندیہ بھی دے چکے تھے۔

میرے لیے یہ کٹھن وقت تھا۔ مگر اچھی بات یہ تھی کہ گزرتا چلا گیا۔ بھلے سست روی سے ہی سہی' یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا حادثہ بھی زندگی کو چلنے سے روک نہیں سکتا۔ زندگی چلتی رہتی ہے۔ سسکتی ہوئی' لرزتی ہوئی' تھکی تھکی سی' ہاری ہوئی۔ رکتی تب ہے جب سانسوں کی ڈور ٹوٹتی ہے۔ یہ حادثہ بھی دل تڑپا دینے کے باوجود بھی جاں گسل نہ ٹھہرا۔ سانسوں کی ڈور اب تک زندگی کے ساتھ جڑی تھی۔ سو مجھے بھی اب اس موڑ سے نکلنا تھا۔ آگے بڑھنا تھا۔ سو اب میں ایک نئے عزم وہمت کے ساتھ زندگی کے میدان میں ایک بار پھر اتر آئی تھی۔

آفس جوائن کرتے ہی عیادت کے ساتھ میرا استقبال جس خبر نے کیا اس نے دو دن تک میرا موڈ

خراب رکھا۔

"مس الماس... ہم چاہتے ہیں کہ آنے والے دنوں میں ارمغان نیازی کا انٹرویو کیا جائے آپ تو اس کی پبلک ریپوٹیشن سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ ایسا شخص ہے جسے ذرا سی تیلی لگاؤ اور وہ بوم کر کے ایک دھماکے سے پھٹ جائے۔ اور اس ایک ارمغان نیازی کے پھٹنے سے ہمیں کتنا فائدہ ہو سکتا ہے۔ مس الماس اس کا آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔" یاور منیر بڑے پرجوش انداز میں مجھے اپنے ارادوں سے آگاہ کر رہا تھا۔

"مگر سر کیا ضروری ہے کہ کسی کی ذاتی زندگی کا سر عام تماشا لگا کر ہم اپنی دکان چمکائیں۔" مجھے نہ تو ان کی بات پسند آئی تھی نہ ہی انداز بھایا تھا۔

"سیلبریٹی کی ذاتی زندگی پر اس کے پرستاروں کا پورا پورا حق ہوتا ہے۔ اور ہم تو بس حق دار کو اس کے حق تک پہنچانے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔" یاور منیر نے عیارانہ قہقہہ لگاتے ہوئے میری بات چٹکی میں اڑا دی۔

"سر سیلبریٹی پبلک پراپرٹی نہیں ہوتا بلکہ اس کا کام پبلک پراپرٹی ہوتا ہے۔" مجھے بروقت شنزہ کی بات یاد آئی تھی۔ میں کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"اوہ کم آن مس الماس۔ ہم یہاں فلسفہ بگھارنے نہیں بیٹھے۔ ان فلسفوں سے ہمارا کاروبار زندگی نہیں چل سکتا۔ آپ پلیز ارمغان نیازی کا انٹرویو جلد از جلد ممکن بنائیں۔ اگر ایسا ہو جاتا ہے تو سیلبریٹی آن لائن کا سیزن ٹو کا معاہدہ بھی آپ کے ساتھ ہی رکھا جائے گا۔ اس کی گارنٹی میں آپ کو دیتا ہوں۔" یاور منیر سگار سلگاتے ہوئے مجھے ایک پرکشش آفر پیش کر رہا تھا۔

میں اس حقیقت سے آگاہ تھی کہ ایک دو اقساط کے بعد اس شو کا یہ سیزن ختم ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی میرا معاہدہ بھی۔ جبکہ اگلا سیزن تین ماہ کے بعد اسٹارٹ ہو گا اور اگر مجھے پیشگی سیزن ٹو کے معاہدے کی پیشکش کی جا رہی تھی۔ تو یہ بات میرے لیے کافی خوش آئند تھی۔ جبکہ بدلے میں مجھے فقط ارمغان نیازی کو انٹرویو کے لیے راضی کرنا تھا۔ مزید بحث کرنا عبث تھا۔ سو میں بھی بحث سمیٹتے ہوئے 'ارمغان نیازی کے انٹرویو کے لیے حامی بھرتی ہوئی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ارمغان نیازی کو شو میں لے کر آنا میرے لیے ہرگز مشکل نہ تھا۔ میں نے شنزہ سے اس سلسلے میں بات کی تھی اور اس نے میری مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اگلے دو دن تک میں ارمغان نیازی کی پروفیشنل اور پرسنل لائف کا مطالعہ کرتی رہی۔

اسے اس انڈسٹری پہ راج کرتے ہوئے چھ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ چھوٹے بڑے معاشقے تو ہر اداکار کے ہوتے ہیں۔ شروع کے دنوں میں ارمغان نیازی کے بھی تھے۔ پر تین سال قبل ارمغان نیازی کا حمنہ یعقوب کے ساتھ دھواں دھار معاشقہ چلا تھا۔ حمنہ یعقوب مصوف فلمی اداکارہ کی اکلوتی اور کافی حد تک بگڑی ہوئی اولاد تھی۔ اس کے بھی کئی آفیئرز رہ چکے تھے۔ مگر ارمغان نیازی کے ساتھ معاملہ کچھ یوں تھا کہ "وہ بات پھیلی جو چلی تجھ سے" ان کی عاشقی کا زمانہ کوئی سات 'آٹھ ماہ پہ محیط رہا اور پھر بے تحاشا الزام تراشیوں اور شکوے شکایتوں کے بعد ان دونوں نے اپنی راہیں جدا کر لیں۔ حمنہ یعقوب نے تعلق ختم ہونے پر ارمغان نیازی پہ کافی الزام کی بارش کی مگر ارمغان نیازی نے ان الزام کے جواب میں بھی خاموشی ہی اختیار کر رکھی تھی۔ اور یہ بات مجھے اس شخص کے حوالے سے مزید متجسس کر رہی تھی۔

ارمغان خان کی زندگی میں امنہ خان کی آمد 'حمنہ سے تعلق ختم ہونے کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ امنہ خان نئی ابھرتی ہوئی فنکارہ تھی۔ اور دو ہٹ سیریل میں ارمغان اور امنہ کی جوڑی کافی پسند بھی کی گئی تھی اور یہیں سے ان دونوں کے بیچ نزدیکیاں بڑھیں۔ ہوتے ہوتے بات اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ ان دونوں نے جلد شادی کرنے کا بھی اعلان کر ڈالا تھا۔ مگر پھر نہ جانے کیا بات ہوئی کہ ان دونوں کے درمیان ناراضیاں بڑھتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک دن امنہ خان

نے پریس کانفرنس کر کے ارمغان نیازی اور حمنہ یعقوب کے آپس میں تعلقات کا بھی انکشاف کیا۔ اس پریس کانفرنس کے تقریباً" دو ماہ بعد ہی امینہ خان نے معروف فلم ڈائریکٹر مظہر حیات سے شادی بھی کر لی۔ اس معاملے میں بھی ارمغان نے خاموشی اختیار کر رکھی۔ اور اب شنزہ اور ارمغان کے حوالے سے طرح طرح کی افواہیں میڈیا پہ گردش کر رہی تھیں۔ بلکہ کچھ عرصے قبل ان کی کچھ ایسی تصاویر بھی نیٹ پہ اپ لوڈ ہوئی تھیں جنہوں نے سوشل ویب سائٹس پہ تہلکہ مچا دیا تھا۔ ان تصاویر کے حوالے سے ان دونوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ یہ تصاویر فیک ہیں۔ حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ ان دونوں کے تعلقات کچھ پراسرار سے تھے۔ گویا صاف چھپتے بھی نہیں اور سامنے آتے بھی نہیں۔ میں خود اس حوالے سے شنزہ سے کافی بار پوچھ چکی تھی۔ مگر وہ ہمیشہ اس سوال کا جواب بڑی خوب صورتی سے گول کر جاتی تھی۔

میں ان دونوں کے تعلق کی نوعیت کے حوالے سے ہی سوچ رہی تھی کہ اچانک میرے موبائل پہ تمنے والی کال نے چونکا دیا۔ شنزہ طارق کا نمبر اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔ میں نے فوراً" سے پیشتر کال ریسیو کی۔ وہ مجھے ارمغان کے انٹرویو کے لیے راضی ہونے کا مژدہ سنا رہی تھی۔

"پر الماس ایک بات کا خیال رکھنا۔ وہ ایک شارٹ ٹمپر انسان ہے۔ کسی بھی شر انگیز سوال پر وہ بری طرح بھپر سکتا ہے۔ سو اس بات کا خیال رکھنا۔" وہ مجھے خوشخبری کے ساتھ ساتھ نصیحت بھی کر رہی تھی۔ میں اس کی بات پر خاموش سے ہو گئی۔ کیا کہتی کہ ارادے تو ہمارے کچھ ایسے ہی ہیں۔

"الماس جب کوئی شخص سختیوں، مصیبتوں، دکھوں اور غموں کا مقابلہ کرنے کا عہد کر کے اپنے جذبات و احساسات کو دبا کر طوفان و آندھیوں کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ دنیا کو اچھا نہیں لگتا۔ وہ چھوٹی چھوٹی ضربیں لگا کر اسے توڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ جب وہ ٹوٹ کر بکھرے تو اسے تسلی اور ہمت بندھا کر نیکی کما سکیں۔" شنزہ مجھے خاموش دیکھ کر ایک بار پھر گویا ہوئی۔ اور اس بار اس کی بات سیدھی میرے دل پہ لگی۔

"تم ارمغان نیازی کو اتنی گہرائی سے کیسے جانتی ہو۔ تمہارے اس سے کیسے تعلقات ہیں۔" میں ایک بار پھر بے اختیار پوچھ بیٹھی۔ جواب میں کچھ دیر کی تاخیر اور پھر جب وہ بولی تو میں سناٹے میں آگئی۔ اس دن اس نے اپنے اور ارمغان کے حوالے سے بہت سی گتھیاں سلجھا دیں تھیں۔

☆ ☆ ☆

"میں جانتی ہوں سب کی طرح تمہارے دل میں بھی میرے اور ارمغان کے تعلق کو لے کر بے تحاشا سوال ہوں گے۔ تم بھی سمجھتی ہو گی یا تو ارمغان نے مجھے بیوقوف لڑکی سمجھ کر اپنے جال میں پھنسا لیا ہو گا یا پھر میں اسے اپنے کیریئر کی بلندی تک پہنچنے کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کر رہی ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے لمحے بھر کا توقف کیا۔ اس کی بات سن کر مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی۔ میری رائے ان دونوں کے بارے میں کچھ ایسی تھی۔

"الماس یہ خوب صورت نگری ایک بھیانک جنگل ہے۔ جہاں کسی کو اپنی بقا کے لیے ہر حد سے گزرنا بھی پڑے تو دریغ نہیں کرتا۔ میں نے جب اس انڈسٹری میں قدم رکھا تو بہت سے بھوکے شیر میری جانب لپکے تھے۔ یہ جو حسن ہے ناں۔۔۔ ایک طرح کا عذاب بن گیا تھا میرے لیے اس حسن کی چمک کے آگے میری صلاحیتیں کسی کو نظر نہیں آتی تھیں۔ اور تم جاننا چاہتی ہو ناں کہ میرے اور ارمغان کے تعلق کی نوعیت کیا ہے۔ تو سنو الماس ارمغان نیازی میرا محسن ہے۔ تم اسے عزتوں کا لٹیرا سمجھتی آرہی ہو جبکہ وہ میری عزت کا محافظ بنا تھا۔" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔ ایک معنی خیز خاموشی ہم دونوں کے درمیان حائل تھی۔

"شروع کے دنوں میں چھوٹے موٹے کرداروں

سے تنگ آکر میں نے مضبوط کرداروں کے حصول کے لیے کوششیں تیز کردیں۔ تب میرا رابطہ مظہر حیات سے ہوا وہ ان دنوں ایک میگا ڈرامہ سیریل کے لیے کام کررہے تھے۔ مجھے اسی سلسلے میں اپنے گھر بلایا تھا۔ پر وہاں جاکر پتا چلا کہ وہ شخص کام کا جھانسا دے کر میری عزت سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں اس کے چنگل میں بری طرح پھنس چکی تھی اور تب ارمغان نیازی کسی فرشتے کی صورت وہاں آپہنچا تھا۔ جانتی ہو وہ وہاں کیوں آیا تھا۔" وہ آج سارے راز فاش کرنے کو تیار تھی۔

"امینہ خان سے تو تم بخوبی واقف ہوگی۔ ارمغان کی سابقہ محبوبہ اور مظہر حیات کی بیوی۔ مظہر سے شادی کے فقط دو ماہ بعد ہی اس پر مظہر کی حقیقت آشکار ہوگئی تھی اور یہ حقیقت اس قدر غلیظ تھی کہ وہ مظہر کو چھوڑنے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی۔ وہ یہ بھی جان چکی تھی کہ اس کو ارمغان سے متنفر کرنے کی سازش مظہر نے حمنہ یعقوب کے ساتھ مل کر رچی تھی۔ حمنہ کا مقصد ارمغان سے فقط انتقام لینا تھا۔ اس لیے اس نے مظہر کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور مظہر امینہ کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ اس کے کیریئر کی ابتدا ہی بہت شاندار تھی۔ وہ مستقبل میں مظہر حیات کے لیے سونے کی چڑیا ثابت ہوسکتی تھی۔ ان دونوں کے الگ ہوتے ہی مظہر نے دلبرداشتہ امینہ کو اپنی باتوں کے جال میں پھنسا کر شادی کرلی۔ یہ سب کچھ ارمغان کے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے تھے۔ مظہر کی حقیقت جاننے کے بعد امینہ نے پھر سے ارمغان سے رابطہ کیا اور ساری بات بتادی۔ امینہ طلاق لے کر ارمغان سے شادی کی خواہشمند تھی اور ارمغان بھی اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود بھی اسے اپنانا چاہتا تھا۔ مگر یہ سب کچھ مظہر کے علم میں آگیا اور اس شاطر دماغ انسان نے خوب چال چلی۔" اس نے توقف کیا اور میں مزید آگے جاننے کے لیے بے چین ہوگئی۔

"کیا چال چلی مظہر عباس نے.....؟"

"میڈیا پہ یہ خبر اور تصاویر لیک (ظاہر) کردیں کہ شادی کے بعد بھی امینہ خان کے ارمغان نیازی سے ناجائز تعلقات ہیں۔ اور وہ دونوں آج بھی ایک دوسرے سے چھپ کر ملتے ہیں۔ یہ خبر ہر جگہ پھیلتے ہی ہر کسی نے ان دونوں کو لعن طعن کرنا شروع کردیا۔ امینہ چاہ کر بھی اس وقت مظہر سے علیحدگی کا مطالبہ نہ کرسکی۔ کیوں کہ دنیا کے سامنے وہ امینہ کو اچھے شوہر کی طرح سپورٹ کررہا تھا۔ اور اس صورت حال سے امینہ سخت ڈپریشن کا شکار ہوگئی اور خودکشی کی کوشش کرڈالی۔" مجھے یکایک سب کچھ یاد آنے لگا۔ امینہ کی خودکشی کی ناکام کوشش اور پھر کینیڈا اپنے پیرنٹس کے پاس چلے جانا اور تب سے اب تک اس کے حوالے سے کوئی خبر منظر عام پر نہ آئی۔

"خودکشی کی کوشش تو ناکام ہوگئی۔ پر امینہ ذہنی طور پر تمام حالات سے بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ اس کے پیرنٹس نے اس کی حالت دیکھ کر اسے کینیڈا بلوا لیا۔ وہاں جانے کے کچھ دن بعد امینہ نے مظہر سے طلاق کا مطالبہ کرڈالا۔ مظہر کے لیے امینہ سے تعلق فقط ایک بوجھ کی حیثیت اختیار کرچکا تھا۔ جسے اتارنے میں اسے زیادہ وقت نہیں لگا۔"

"واقعی ان دونوں کے درمیان طلاق ہوچکی ہے۔ یہ خبر تو کوئی بھی نہیں جانتا۔" آج کا دن میرے لیے بڑے بڑے انکشافات لے کر آیا تھا۔

"دونوں طرف کے قریبی حلقے اس بات سے واقف ہیں۔ ہاں البتہ اس خبر کا چرچا کسی نے نہیں کیا۔" شمزہ نے پرسکون انداز میں میری بات کا جواب دیا۔

"مگر چرچا کیوں نہیں کیا۔" میں نے پھر سوال اٹھایا۔

"شاید اس چرچے سے اس وقت انہیں کوئی فائدہ نہ ہو الٹا نقصان اٹھانے کا اندیشہ ہو۔" شمزہ نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"ہونہہ! پھر امینہ نے ارمغان سے دوبارہ رابطہ نہیں کیا؟" میں نے اگلا سوال داغا۔

"طلاق لینے کے بعد اس نے ارمغان سے کال پر رابطہ کیا تھا۔ وہ یہاں کے لوگوں سے اس قدر دلبرداشتہ

ہو چکی تھی کہ واپس اس انڈسٹری میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ ارمغان بھی سب کچھ چھوڑ کر کینیڈا شفٹ ہو جائے۔ اور وہاں وہ شادی کر لیں۔ ظاہر ہے ارمغان کے لیے یہ ممکن نہ تھا۔ ان دونوں نے اپنی راہیں جدا کرنا ہی مناسب جانا۔" شنزہ ارمغان اور امیمہ کے حوالے سے مخفی حقیقت تو واضح کر چکی تھی۔ مگر ابھی بھی چند سوال باقی تھے جو میرے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔

"ہونہہ یہ بات تھی۔ مگر تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تمہارے معاملے میں ارمغان فرشتہ بن کر کیسے وہاں آ پہنچا۔" میں پھر اس نکتے پہ آ کھڑی ہوئی جہاں سے یہ سارا قصہ شروع ہوا تھا۔

"جس دن مجھے مظہر نے اپنے گھر بلایا تھا۔ یہ وہی دن تھا جب امیمہ نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ بیوی اپنے شوہر کے کرتوت دیکھ کر بستر مرگ پہ پڑی تھی اور وہ خبیث اپنے عیاشیوں کے لیے کسی اور چڑیا کے پر کاٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ جس وقت سارا میڈیا اسپتال کے سامنے رپورٹنگ کرنے میں شدومد سے مصروف تھا۔ اس وقت شدید طیش کے عالم میں ارمغان، مظہر حیات سے لڑنے آیا تھا۔ یوں وہ میرا نجات دہندہ بنا اور میں اس کا یہ احسان مرتے دم تک نہیں بھول سکتی۔ اس نے مجھے اس مقام تک پہنچانے میں بڑی مدد کی۔ اور اس کی کوئی غرض مجھ سے نہیں نکلتی۔ یہ صرف اور صرف اس کی نیکی ہے۔ اب تم جان چکی ہو گی کہ میں کیوں اس بدنام زمانہ انسان کی حمایت کرتی ہوں۔" شنزہ نے اپنی بات مکمل کر کے ایک گہری سانس لی۔

"پر شنزہ تم دونوں کے حوالے سے انتہائی غلط قسم کی خبریں میڈیا پہ گردش کرتی ہیں جبکہ تم دونوں کے تعلقات ایسے ہیں بھی نہیں۔ پھر بھی تم لوگوں نے کبھی تردید نہ کی؟" سنہرا موقع تھا میں آج ہر الجھی ڈور سلجھا لینا چاہتی تھی۔

"تردید... تردید کرنے سے کیا حاصل ہوتا۔ ہماری تردید کو سچائی کا سرٹیفکیٹ دیتا کون مزید ہمارے خلاف محاذ کھڑے ہو جاتے۔ سچائی کی پوجا یہاں کرتا ہی کون ہے۔" شنزہ نے استہزائیہ ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ میں اس کی بات سے صد فیصد متفق تھی۔ یہاں سچائی کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ پر ابھی بھی کچھ پردے سرکنے باقی تھے۔

"حمنہ یعقوب کس بات کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔ اور وردہ مقبول کس کے اشارے پہ ارمغان کو مشتعل کر رہی تھی؟"

"حمنہ یعقوب اپنے رد کیے جانے پر مشتعل تھی۔ ارمغان، حمنہ کو پسند کرنے لگا تھا مگر حمنہ کی ماں ارمغان کو پسند نہیں کرتی تھی۔ وہ آئے دن کچھ ایسے حالات پیدا کرتی جو ان دونوں کے بیچ جھگڑے کا باعث بنتے اس کے علاوہ خود حمنہ نے ایسے دوست پال رکھے تھے جو ارمغان کو ہرگز پسند نہ تھے۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ارمضان نے حمنہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور یہ بات حمنہ سے برداشت نہ ہو سکی۔

خیر بہت طویل کہانی ہے۔ کہاں تک سنو گی، کہاں تک سناؤں۔ اور ہاں وردہ مقبول حمنہ یعقوب کی دیرینہ سہیلی ہے۔ اب تو سمجھ گئی ہو گی ناں کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔" ہماری گفتگو کافی طویل ہو چکی تھی۔ اور اب یقیناً" وہ اس گفتگو سے بےزار ہو رہی تھی۔ میں نے اس کی بےزاری بھانپتے ہوئے شکریہ کے ساتھ الوداعی کلمات ادا کیے اور کال ڈسکنیکٹ کر دی۔ کل تک جو میری نظروں میں ولن تھا آج ہیرو کا روپ دھارے کھڑا تھا۔ ارمغان نیازی کے لیے میرے دل میں بےانتہا عزت و احترام کا جذبہ بڑھ چکا تھا۔ اس نے کبھی اپنی نیکیوں کا پرچار نہ کیا۔ وہ سب کی نظروں میں برا بنا رہا مگر کبھی کسی کے ساتھ برا نہ کیا۔ وہ پس پردہ سب کی مدد کرتا رہا مگر توقعات کسی سے نہ رکھیں۔ میں آج ارمغان نیازی کو ایک نئے سرے سے سوچ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

کشادہ پیشانی، ستواں مغرور ناک، شیشے جیسی

شفاف چمکتی ہوئی آنکھیں۔ دائیں کان کی لو سے بائیں کان کی لو تک ہلکی ہلکی تراشی ہوئی شیو۔ اونچی اٹھان اور مضبوط کسرتی جسامت کا مالک ارمغان نیازی کسی راجہ کی طرح میرے سامنے براجمان تھا۔ اور یہ پہلی بار تھا کہ مجھے برا نہیں لگ رہا تھا۔ یاور منیر بہت پرجوش تھا اس انٹرویو کے لیے۔ میرے ہاتھوں میں سوالات کا پلندہ تھماتے ہوئے وہ سرگوشی میں بولا تھا۔

"آج ہمارے ہاتھ جیک پاٹ لگا ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ اس جیک پاٹ سے کتنا فائدہ اٹھا سکتی ہو۔ آج کا شو ایسا ہونا چاہیے کہ اگلے کئی دنوں تک اسی کا چرچا ہو۔" اور میں ان سوالوں پہ فقط ایک نظر ڈال کر سر ہلا کر رہ گئی۔

شو شروع ہو چکا تھا میں پورے اعتماد کے ساتھ سوالات کر رہی تھی۔ اور وہ بہت خوش اخلاقی سے میرے ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔ پر نہ جانے کیوں یاور منیر کے چہرے کے زاویے بگڑتے چلے جا رہے تھے۔ اوہ ہاں! میں اس کے دیے گئے سوالوں کو ایک جانب رکھ کر اپنے ذہن میں مرتب کیے گئے سوال جو پوچھ رہی تھی۔ وہ شو بہت خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور ارمغان نیازی کا ایک منفرد اور سلجھا ہوا باوقار روپ منظر عام پر آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

نرم شال، گرم کافی، ٹیرس کی کھلی فضا اور دسمبر کی خنک شام۔ یہ کامبینیشن ایک الگ ہی سحر رکھتا تھا میرے لیے۔ دسمبر کی شامیں اکثر و بیشتر میں یہیں گزارتی تھی۔ کبھی کوئی کتاب پڑھتے، تو کبھی کچھ کام کرتے۔ ماما جان میرے ساتھ بیٹھیں اخبار کا مطالعہ کر رہی تھیں کہ اچانک ٹیلی فون کی بیل بجنے پہ وہ اٹھ کر گھر کے اندر چلی گئیں۔ میری نظر اخبار پہ پڑی تو شوبز کی خبروں سے متعلق ملنے کا مطالعہ کرنے لگی۔ تبھی اچانک میری نظر ایک چھوٹی سی خبر پر جم کر رہ گئی۔

"سیلیبریٹی آن لائن" سیزن ٹو کی میزبانی کا فریضہ اب مشہور و معروف اینکر وردہ مقبول سرانجام دیں گی تفصیلات کے مطابق...." لائن پہ مشتمل یہ خبر مجھے شاکڈ کر گئی۔ میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ ارمغان نیازی کی بدنامی کو کیش نہ کرنے کی صورت میں مجھے یہ سزا دی گئی تھی۔ پھر بھی میں نے ہمت کر کے یاور منیر کا نمبر ملایا۔

"آپ سے کوئی وعدہ خلافی نہیں کی گئی۔ ہم نے تو آپ سے یہی کہا تھا کہ ارمغان نیازی کا شو بمباسٹک سا بنا دیں۔ تو سیزن ٹو کا کانٹریکٹ بھی آپ کے ساتھ ہو گا۔ مگر جناب آپ نے تو ایسا ٹھنڈا شو کیا کہ کیا کہنے.... ظاہر سی بات ہے، ہم ایسے ٹھنڈے شو کرانے کے لیے تو میزبان ہائر نہیں کرتے۔ لہٰذا ہم نے وہی انتخاب کیا جو ہمیں فائدہ پہنچا سکتا ہو۔" یاور منیر نے دوٹوک اور واضح جواب دے کر فون پٹخ دیا اور میں تلملا کر رہ گئی۔

اب لازماً مجھے اپنی روزی روٹی کے لیے ہاتھ پیر مارنا تھا۔ اس سلسلے میں میں نے شزہ سے بھی بات کی تھی۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح میری مدد کو تیار تھی۔ مجھے تقریباً روز ہی کام کے حصول کے سلسلے میں ادھر ادھر جانا پڑ رہا تھا۔ پر اب تک کہیں سے بھی کوئی اچھی خبر یا حوصلہ افزا جواب نہ ملا تھا۔ آج ایک ہفتے بعد شزہ کی کال آئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ اس کے پاس میرے لیے اچھی خبر ہے۔ کل رات آٹھ بجے اس نے مجھے ایک مشہور کافی ہاؤس پہ بلایا تھا۔

☼ ☼ ☼

دسمبر کی آخری شب تھی۔ روشنیوں کے شہر کی رونقیں اپنے عروج پر تھیں۔ میں آف وائٹ لانگ شرٹ اور سیاہ پاجامے و شیفون کے دوپٹے میں ملبوس مقررہ وقت سے کچھ لمحے قبل انتظار کی کوفت کا مزہ چکھ رہی تھی۔ گزرتے سال کے تمام واقعات میرے ذہن کے پردے پر کسی فلم کی مانند چل رہے تھے۔ یہ سال میری زندگی کے انمول رشتوں کو مجھ سے چھین کر اپنے سنگ لے جا چکا تھا۔ یہ دردناک سوچیں اس سے پہلے میری آنکھوں میں نمی گھولتیں، میری نظر دور سے آتی شزہ طارق پر جا ٹھہریں جو سرخ اسٹائلش لباس میں

ملبوس بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ پر اگلے ہی لمحے میں چونک گئی۔ شنزہ اکیلی نہیں تھی بلکہ اس کے ساتھ ارمغان نیازی بھی اس کے قدم سے قدم ملاتا میری میز کی جانب بڑھ رہا تھا۔ میں بے خود سی ان دونوں کو دیکھنے لگی۔ بلاشبہ وہ دونوں ساتھ یوں لگ رہے تھے گویا ایک دوسرے کے لیے ہی بنے ہوں۔

"السلام علیکم مس الماس بخاری۔" میں شنزہ سے گلے مل رہی تھی تبھی اس نے شائستگی سے اپنی گمبھیر آواز میں مجھے مخاطب کیا۔

میں اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دے کر اپنی نشست پہ بیٹھ گئی۔ اس کی گہری سیاہ نگاہیں مسلسل میرے چہرے پر مرکوز تھیں اور میں بلاوجہ ان نگاہوں سے پریشان ہونے لگی۔

"سنا ہے آپ کو مجھے کافی مہذب اور شریفانہ قسم کا انٹرویو کرنے کی پاداش میں سیلیبریٹی آن لائن سے دربدر کر دیا گیا ہے۔ اور اب اس شو کی میزبانی وردہ مقبول کو سونپی گئی ہے۔" وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے' اپنے سینے پہ دونوں ہاتھ باندھے میرے چہرے پہ نظریں جمائے پوچھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں شرارت ناچتی مجھے صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"جی بالکل صحیح سنا ہے آپ نے۔۔۔" میں نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا تھا۔ اس پل میرا دل چاہ رہا تھا کہ اس نواب کی اولاد کا سر سامنے پڑے گلدان سے پھاڑ ڈالوں۔ اس شخص کی ہمدردی میں اپنا مستقبل داؤ پہ لگا بیٹھی اور یہی آکر بڑے مزے سے میرے زخموں پہ نمک پاشی کر رہا تھا۔

"کیا میں جان سکتا ہوں کہ اس انٹرویو میں آپ نے مجھے اتنا فیور کیوں دیا۔ باقی تمام لوگوں کی طرح میرا وہی مشہور زمانہ' روپ کا اشتہار لگا کر اپنے پروگرام کی ریٹنگ کیوں نہیں بڑھائی۔" وہ اب آگے کی جانب جھکا اپنی دونوں کہنیاں میز کی سطح پہ ٹکائے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کر رہا تھا اور اس کے اس سوال اور انداز دونوں سے گھبرا کر میں نے خاموش تماشائی بنی شنزہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا

اور میرے یوں گھورتے ہی شنزہ کو ایک ضروری کال یاد آگئی اور وہ وہاں سے منظر سے غائب ہو گئی۔

"مس الماس بخاری آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا ابھی تک۔" وہ میری گھبراہٹ سے محظوظ ہوتا کہہ رہا تھا۔

"مسٹر ارمغان نیازی! بات دراصل یہ ہے کہ میرے والد نے میری تربیت یوں نہ کی کہ میں کسی کی ذات سے وابستہ پوشیدہ باتوں کو بیچ کر اپنا پیٹ بھروں۔ پر غالباً" آج کل نیکی کا زمانہ نہیں تبھی جس کے ساتھ بھلائی کی جائے وہ بھی آکر جواب طلب کرتا ہے۔" میرے الفاظ میرے لہجے میں چھائی تلخی کی غمازی کر رہے تھے اور اس تلخی کو چھپانے کی میں نے رتی بھر بھی کوشش نہ کی تھی۔

"زمانہ کوئی سا بھی ہو مس الماس نیکی کو کبھی زوال نہیں۔" وہ سادہ سے لہجے میں بولا تھا۔

"ہونہہ! نیکی کو زوال نہیں اس زمانے میں لوگ جینے نہیں دیتے بھلائی کرنے والے کو۔" میں نے غصے سے ہنکارا بھرتے ہوئے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے گلاس ونڈو کے اس پار دیکھا۔ گرم سوئیٹر اور جیکٹ زیب تن کیے لوگ سردی کا مزہ لیتے خوشگوار موڈ میں اپنی فیملی کے ساتھ گھوم رہے تھے۔

"جی! کیوں آپ نہیں رکھتے لوگوں سے توقعات؟" میں نے جھجکتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں! میں لوگوں سے نہیں۔ امید اللہ سے رکھتا ہوں۔" وہ واپس کرسی سے پشت سے ٹیک لگائے اطمینان سے بولا تھا اور میں اس کی بات سے لاجواب ہو کر اسے خاموش نظروں سے دیکھتی چلی گئی۔

"میرے پاس آپ کے لیے ایک خبر ہے۔" اس نے میری جانب مسکراتے ہوئے دیکھا اور موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کیسی خبر۔۔۔" میں نے اس کے چہرے سے نظر ہٹاتے ہوئے پوچھا اور ٹھنڈی ہوتی کافی کا گھونٹ بھرنے لگی۔

"مجھے وردہ مقبول کی جانب سے پیغام موصول ہوا

ہے۔ انہوں نے اپنے سابقہ رویے پہ معذرت کرتے ہوئے مجھے سیزن ٹو کے پہلے شو میں مدعو کیا ہے۔ محترمہ چاہتی ہیں کہ ان کے پہلے شو کا آغاز میری میزبانی سے ہو۔" کافی اچھی تھی مگر یہ خبر سن کر میرا حلق کڑوا ہو گیا۔

"پھر کیا جواب دیا آپ نے؟" میں نے طنزیہ مسکراہٹ لبوں پہ سجائے پوچھا۔

"آفر قبول کرلی میں نے۔ مگر ایک شرط پر....." وہ بے نیازی سے انداز میں بولا اور میرا خون کھول گیا۔

"کیسی شرط...." ارمغان نیازی مجھے اچانک زہر لگنے لگا تھا۔ منافق انسان۔

"یہی کہ میں اکیلا نہیں اپنی مسز کے ساتھ آؤں گا اس شو میں۔" اس نے میری سماعتوں میں بم ہی پھوڑ ڈالا۔

"واٹ؟ کیا خفیہ شادی کر رکھی ہے۔ پر شزہ نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ اوہ کہیں شزہ کے ساتھ تو نہیں۔" میں بے اختیار ہی بے ربط سوال کرنے لگی۔ اور وہ ہنستا چلا گیا۔

"ہولڈ آن..... ہولڈ آن۔ مس الماس۔ ایسا کچھ بھی نہیں۔" وہ اپنی ہنسی روک کر مسکراتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا اور میں حیرانگی سے اسے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی کہ "کیا ہے یہ شخص....."

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں آپ سے مس الماس بخاری۔ اور اس شو میں آپ کو بحیثیت مسز ارمغان نیازی کے طور پر اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" اس کے الفاظ میری سماعتوں پہ گر رہے تھے اور میں انہیں سمجھنے سے قاصر بیوقوفوں کی طرح اسے دیکھی جا رہی تھی۔ "میں جلد متاثر نہیں ہوتا۔ مگر میرے بارے میں جاننے کے بعد آپ نے جس طرح میری بھلائی میں اپنا برا بھلا سوچے سمجھے بغیر جو مخلصانہ کوشش کی اس نے میرے دل میں ایک خاص جگہ بنا ڈالی ہے۔ اور اس انڈسٹری میں اتنے دھوکے، فریب اور جھوٹ کا سامنا کرنے کے بعد میں آپ جیسی پیارے دل کی مالک لڑکی کو کھونے کی غلطی نہیں کر سکتا....." وہ کہہ رہا تھا اور میں سن رہی تھی۔ یکدم ہی مجھے اپنا آپ بے حد انمول لگنے لگا۔

"وردہ مقبول کی آفر میں نے اس فیصلے کے کرنے کے بعد قبول کی۔ آپ سے شادی کے اعلان کے لیے میں نے خاص اس جگہ کا انتخاب کیا جہاں آپ کی بے قدری کی گئی۔ کیا آپ میری زندگی کی شریک سفر بننے کے لیے راضی ہیں؟" وہ اپنی بات مکمل کرکے اب مجھ سے استفسار کر رہا تھا۔ میری نظریں خود بخود جھک گئیں۔

پہلے آذر میری زندگی میں آنے والا پہلا شخص۔ جسے میں ہیرا سمجھتی تھی اور وہ کوئلے سے بھی بدتر نکلا اور سامنے بڑے کروفر سے بیٹھا یہ شخص جسے ایک زمانہ پلے بوائے کے نام سے پکارتا تھا حقیقتاً" کتنی خوب صورت سوچ و دل کا مالک تھا۔ واقعی کسی کو فقط جاننے اور سمجھنے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس ڈرامہ و فلم نگری کا بے تاج راجہ در حقیقت اس نگری کا بہروپیا راجہ تھا۔ جو اپنا ہر روپ بے مثال رکھتا تھا۔ میں فیصلہ کرچکی تھی۔ یہ سال جاتے جاتے میرے صبر و انتظار پر ایک خوب صورت انعام دیتا جا رہا تھا۔ میں نے مسکراتے ہوئے پلکیں اٹھائیں اور اس کی گہری سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"میں نے ایک بار شزہ سے کہا تھا کہ ارمغان نیازی ایک دلفریب دھوکا ہے۔ پر آج میں اپنا یہ بیان بدلتی ہوں۔" میں لمحہ بھر کو چپ ہوئی۔ وہ دلچسپی سے مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ارمغان نیازی ایک دلفریب حقیقت ہے۔ اور اس حقیقت کو میں پورے خلوص سے اپنانا چاہتی ہوں۔" میرے لب خوب صورت انداز میں مسکرائے تھے اور اس کی آنکھیں جگمگا اٹھی تھیں۔

آنے والا نیا سال میرے لیے خوب صورت پیغام لے کر آرہا تھا۔ دسمبر کی یہ آخری رات قطرہ قطرہ پگھلتی تمام ہو رہی تھی۔ مگر میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ کافی شاپ پہ بتائے یہ لمحات میری زندگی کے خوب صورت ترین لمحات تھے۔

✿ ✿ ✿